مِلاکُ التأوِیل (۱۴)

تالیف: ابو جعفر احمد بن ابراہیم بن الزبیر الغرناطی
تلخیص وترجمانی: ڈاکٹر صہیب بن عبدالغفار حسن

سُورۃُ المَائِدَۃ

(۸۸) آیت ۴۰:

﴿اَلَمۡ تَعۡلَمۡ اَنَّ اللّٰہَ لَہٗ مُلۡکُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ ؕ یُعَذِّبُ مَنۡ یَّشَآءُ وَیَغۡفِرُ لِمَنۡ یَّشَآءُ ؕ وَاللّٰہُ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرٌ ﴿۴۰﴾﴾

’’کیا تم نہیں جانتے کہ اللہ ہی کے لیے آسمانوں اور زمین کی بادشاہت ہے‘ وہ جسے چاہتا ہے عذاب دیتا ہے اور جس کی چاہتا ہے مغفرت کرتا ہے‘ اور اللہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔‘‘

اور سورۃ الفتح کی آیت ۱۴ میں ارشاد فرمایا:

﴿وَلِلّٰہِ مُلۡکُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ ؕ یَغۡفِرُ لِمَنۡ یَّشَآءُ وَیُعَذِّبُ مَنۡ یَّشَآءُ ؕ وَکَانَ اللّٰہُ غَفُوۡرًا رَّحِیۡمًا ﴿۱۴﴾﴾

’’اور اللہ ہی کے لیے آسمانوں اور زمین کی بادشاہت ہے‘ وہ جس کی چاہتا ہے مغفرت کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے عذاب دیتا ہے‘ اور اللہ تعالیٰ مغفرت کرنے والا اور رحمت کرنے والا ہے۔‘‘

ملاحظہ ہو کہ سورۃ المائدۃ میں عذاب کا ذکر پہلے ہے اور مغفرت کا بعد میں‘ اور سورۃ الفتح میں اس کا الٹ ہے‘ اور پھر پہلی آیت کے آخر میں کہا گیا: ﴿وَاللّٰہُ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرٌ ﴿۴۰﴾﴾ اور دوسری آیت کے آخر میں کہا گیا: ﴿وَکَانَ اللّٰہُ غَفُوۡرًا رَّحِیۡمًا ﴿۱۴﴾﴾ تو یہ دو سوال ہوئے!

پہلے سوال کا جواب تو یہ ہے کہ المائدۃ کی آیت سے قبل دو گروہوں کی سزا کا ذکر ہے۔ ایک وہ جو اللہ اور اس کے رسول سے جنگ برپا کرتے ہیں اور زمین میں فساد کرتے ہیں اور دوسرا گروہ جو چوری کرتا ہے۔ پہلے گروہ کے بارے میں ارشاد فرمایا:

﴿اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِیۡنَ یُحَارِبُوۡنَ اللّٰہَ وَرَسُوۡلَہٗ وَیَسۡعَوۡنَ فِی الۡاَرۡضِ فَسَادًا اَنۡ یُّقَتَّلُوۡۤا اَوۡ

﴿يُصَلَّبُوْٓا اَوْ تُقَطَّعَ اَيْدِيْهِمْ وَاَرْجُلُهُمْ مِّنْ خِلَافٍ اَوْ يُنْفَوْا مِنَ الْاَرْضِ ؕ ذٰلِكَ لَهُمْ خِزْيٌ فِي الدُّنْيَا وَلَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۳۳﴾﴾

''وہ لوگ جو اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کرتے ہیں اور زمین میں فساد برپا کرتے پھرتے ہیں' ان کی سزا یہ ہے کہ انہیں قتل کیا جائے یا صلیب پر لٹکایا جائے یا مخالف جانب سے ان کے ہاتھ اور پاؤں کاٹ دیے جائیں۔ اور یہ (سزا) ان کے لیے دنیا میں باعث ذلت ہے اور آخرت میں ان کے لیے بہت بڑا عذاب ہے۔''

پھر بطور استثناء ارشاد فرمایا:

﴿اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا مِنْ قَبْلِ اَنْ تَقْدِرُوْا عَلَيْهِمْ ۚ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۳۴﴾﴾

''سوائے ان لوگوں کے جو توبہ کر لیں اس سے قبل کہ تم ان پر قابو پالو' تو جان لو کہ اللہ تعالیٰ بخشنے والا' رحم کرنے والا ہے۔''

یہاں ان کی دنیوی سزا کا بھی بیان ہو گیا اور اخروی سزا کا بھی بشرطیکہ وہ ان اعمال کو جائز سمجھتے ہوئے کرتے ہوں' یا ناجائز بھی سمجھتے ہوں لیکن ان کے تائب ہونے سے قبل ان پر قابو پالیا گیا ہو۔ ہاں اگر وہ قابو پائے جانے سے قبل توبہ کر لیں تو آخرت میں ان کے لیے مغفرت اور رحمت کا وعدہ ہے۔

اسی طرح دوسری قسم کے لوگوں کے بارے میں ارشاد فرمایا:

﴿وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْٓا اَيْدِيَهُمَا جَزَآءًۢ بِمَا كَسَبَا نَكَالًا مِّنَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۳۸﴾﴾

''اور چوری کرنے والا مرد ہو یا عورت' ان کے ہاتھ کاٹ ڈالو' اللہ کی طرف سے یہ عبرت ناک سزا' بدلہ ہے اس کا جو انہوں نے کیا۔ اور اللہ تعالیٰ قوت والا' حکمت والا ہے۔''

اور پھر یہاں بھی اخروی سزا میں استثناء کا ذکر ہے' فرمایا:

﴿فَمَنْ تَابَ مِنْۢ بَعْدِ ظُلْمِهٖ وَاَصْلَحَ فَاِنَّ اللّٰهَ يَتُوْبُ عَلَيْهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۳۹﴾﴾

''پھر جو شخص اپنے گناہ کے بعد توبہ کر لے اور اپنی اصلاح کر لے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول کرتا ہے۔ بے شک اللہ مغفرت کرنے والا' رحمت کرنے والا ہے۔''

ان دونوں آیتوں (المائدۃ:۴۰ اور الفتح:۱۴) میں رحمت و مغفرت کی امید دلانے سے قبل دنیوی سزا کا ذکر کیا گیا' اور پھر اس کے بعد بتایا گیا کہ زمین و آسمان کی بادشاہت اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے' وہ جس کی چاہتا ہے مغفرت کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے عذاب دیتا ہے' تو پچھلی دونوں آیتوں سے اس کی مناسبت ظاہر ہو گئی کہ جہاں عذاب کا ذکر پہلے ہے کہ جس کا تعلق اللہ کی قدرت اور مشیت سے ہے۔

اب آیئے سورۃ الفتح کی آیت کی طرف' اس سے قبل فرمایا:

﴿وَمَنْ لَّمْ يُؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ فَاِنَّآ اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ سَعِيْرًا ﴿۱۳﴾﴾

''اور جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان نہیں لاتا ہے تو ہم نے کافروں کے لیے دہکتی آگ تیار کر رکھی ہے۔''

اب دیکھئے کہ ایمان کے ساتھ رحمت اور مغفرت کی امید جڑی ہوئی ہے جیسے کفر کے ساتھ عذاب جڑا ہوا ہے' اور اس آیت میں مغفرت کے سبب یعنی ایمان کا ذکر پہلے ہے اور عذاب کے سبب یعنی کفر کا ذکر بعد میں ہے' اس لیے اگلی آیت میں بھی ﴿وَيَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ﴾ کا ذکر پہلے ہے اور ﴿يُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ﴾ کا ذکر بعد میں ہے۔ اور اس لحاظ سے دونوں آیتوں میں تقدیم و تاخیر (یعنی مغفرت اور عذاب) کا ہونا بھی واضح ہو گیا۔ واللہ اعلم!

(۸۹) آیت ۴۴:

﴿وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ ﴿۴۴﴾﴾

''اور جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کردہ (وحی) کے مطابق فیصلہ نہ کریں' وہی لوگ کافر ہیں۔''

پھر آیت ۴۵ میں فرمایا:

﴿وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۴۵﴾﴾

''اور جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کردہ (وحی) کے مطابق فیصلہ نہ کریں' وہی لوگ ظالم ہیں۔''

اور آیت ۴۷ میں فرمایا:

﴿وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿۴۷﴾﴾

''اور جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کردہ (وحی) کے مطابق فیصلہ نہ کریں' وہی لوگ فاسق ہیں۔''

اب یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ تینوں آیات میں کچھ لوگوں کا ایک ہی وصف بیان ہوا ہے' لیکن ان کے بارے میں حکم مختلف بتایا گیا ہے' یعنی وہ کافر ہیں' ظالم ہیں' فاسق ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ اگر یہ لوگ اس وصف سے باز نہ آئے تو انہی احکامات کی بنیاد پر آخرت میں ان سے بدلہ لیا جائے گا' حالانکہ چاہے وعدہ ہو یا وعید' عام طور پر اس کی جزاء میں نیچے سے اوپر یا ادنیٰ سے اعلیٰ کی طرف ذکر کیا جاتا ہے۔ لیکن یہاں بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ اوپر سے نیچے یا ثقیل سے خفیف کی طرف اشارہ معلوم ہوتا ہے۔ یعنی سب سے پہلے سخت ترین چیز بتائی گئی اور وہ ہے کفر' پھر اس سے کم یعنی ظلم اور پھر اس سے کم یعنی فسق۔

ہم جواباً عرض کریں گے کہ قرآن کا اسلوب اونچے درجات سے مزید اوپر جانے کا ہے' مثال کے طور پر سورۃ البقرۃ کی آیت ۲۵ ملاحظہ ہو' فرمایا:

﴿وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۭ كُلَّمَا رُزِقُوْا مِنْهَا مِنْ ثَمَرَةٍ رِّزْقًا ۙ قَالُوْا هٰذَا الَّذِيْ رُزِقْنَا مِنْ قَبْلُ ۙ وَاُتُوْا بِهٖ مُتَشَابِهًا ۭ وَلَهُمْ فِيْهَآ اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ ڎ وَّهُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۲۵﴾﴾

''اور خوشخبری دے دو ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور جنہوں نے نیک عمل کیے کہ ان کے لیے ایسی جنتیں ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں' اور جب کبھی انہیں پھلوں میں سے کوئی پھل بطور رزق دیا جائے گا تو وہ کہیں گے کہ یہ رزق تو ہمیں پہلے بھی دیا گیا تھا' (حالانکہ) انہیں جو پھل دیا گیا تھا وہ صرف پہلے والوں سے شکل

میں ملتا جلتا تھا۔اوران کے لیے وہاں پاک وصاف بیویاں ہوں گی اور وہ وہاں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔''

غور کریں کہ یہاں سب سے پہلے انہیں جنت میں داخل ہونے کی بشارت دی گئی اور اس جنت کا یہ وصف بھی بیان کیا گیا کہ وہاں نہریں بہتی ہوں گی' کہ باغات کی زندگی پانی کی مرہونِ منت ہے' پھر پھل کا دیا جانا ذکر کیا گیا اور وہ بھی ایسے پھل کا جس کی شکل وشباہت کے وہ عادی تھے' کیونکہ اگر سامنے ایسی چیز رکھ دی جائے جو بالکل نئی ہو تو طبیعت اسے کھانے پر آمادہ نہیں ہوتی۔ خود رسول اللہ ﷺ کے سامنے ایک مرتبہ گوہ (کا گوشت) لایا گیا تو آپؐ نے یہ کہہ کر کھانے سے انکار کر دیا کہ ''یہ میری قوم کے علاقے میں پایا نہیں جاتا اس لیے اسے میں اپنی طبیعت کے موافق نہیں پاتا۔''

رزق کے ذکر کے بعد پاک وصاف بیویوں کی موجودگی کا ذکر کیا کہ یہاں ایک سے بڑھ کر ایک نعمت دیے جانے کا ذکر ہے' اور آخر میں یہ کہہ کر اتمامِ نعمت کر دیا کہ یہاں ہمیشہ ہمیشہ رہنا نصیب ہوگا۔

دوسری مثال: سورۃ الاحزاب میں ارشاد فرمایا:

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا ۝ يُّصْلِحْ لَكُمْ اَعْمَالَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ط﴾ (آیت ۷۱)

''اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور (ہمیشہ) سیدھی سچی بات کہو۔ اللہ تمہارے کام سنوار دے گا اور تمہارے گناہ معاف کر دے گا۔''

تو یہاں غور فرمائیں کہ پہلے اعمال کو سنوارے جانے کا ذکر کیا اور پھر غفرانِ ذنوب کا' جو کہ بدلہ ہے تقویٰ اور سچی بات کہنے کا۔

تیسری مثال: سورۃ الحدید میں ارشاد فرمایا:

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَاٰمِنُوْا بِرَسُوْلِهٖ يُؤْتِكُمْ كِفْلَيْنِ مِنْ رَّحْمَتِهٖ وَيَجْعَلْ لَّكُمْ نُوْرًا تَمْشُوْنَ بِهٖ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ط﴾ (آیت ۲۸)

''اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ' وہ تمہیں اپنی رحمت کا دوہرا حصہ دے گا اور تمہارے لیے ایسا نور بنا دے گا جس کی روشنی میں تم چلو پھرو گے اور وہ تمہارے گناہ بھی معاف کر دے گا۔''

چوتھی مثال: سورۃ التوبہ میں فرمایا:

﴿وَعَدَ اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَمَسٰكِنَ طَيِّبَةً فِيْ جَنّٰتِ عَدْنٍ ط وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ اَكْبَرُ ط﴾ (آیت ۷۲)

''اللہ نے مؤمن مردوں اور عورتوں سے وعدہ کیا ہے ایسی جنتوں کا جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی' وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے اور ایسے پاک اور صاف محلات کا جو ہمیشہ رہنے والی جنتوں میں ہوں گے۔ اور اللہ کی رضامندی سب سے بڑی چیز ہے۔''

پانچویں مثال: سورۃ البینہ میں ارشاد فرمایا:

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۙ اُولٰٓئِكَ هُمْ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ ۝ جَزَآؤُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۭ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ۭ﴾ (آیت ۸)

''بے شک جولوگ ایمان لائے اور جنہوں نے نیک اعمال کیے وہ تمام مخلوق میں سب سے بہتر ہیں۔ان کے ربّ کے پاس ان کا بدلہ ہے ہمیشہ رہنے والی جنتیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی' وہ اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہوئے۔''

ان تمام آیات میں خوب سے خوب تر کے حصول کا رجحان یعنی ترقی کا اسلوب پایا جاتا ہے۔پہلی دو آیات میں اعلیٰ ترین چیز یعنی غفران کا ذکر ہے اور آخری دو آیات میں اللہ کی رضا کا ذکر ہے' اور اس میں کیا شک ہے کہ اللہ کی رضا سب سے بڑی نعمت ہے جس کا واضح انداز میں ایک حدیث میں ذکر کیا گیا ہے۔(اشارہ ہے صحیح مسلم کی اس حدیث کا جس کے راوی ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ ہیں ۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''اللہ تعالیٰ جنت والوں سے کہے گا......کیا تم اب راضی ہو؟ تو وہ کہیں گے: ہم کیوں نہ راضی ہوں جبکہ اے رب! آپ نے ہمیں وہ کچھ دیا ہے جو آپ نے اپنی مخلوقات میں سے کسی اور کو نہیں دیا ہے۔تو اللہ تعالیٰ کہیں گے: کیا میں تمہیں اس سے افضل چیز نہ دوں؟ تو وہ کہیں گے: اے رب! اس سے افضل اور کیا ہو سکتا ہے؟ تو اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائیں گے: میں تم سے اپنی رضامندی کا اظہار کرتا ہوں اور یہ کہ اب میں تم سے کبھی بھی ناراض نہ ہوں گا۔'')

اب ہم اس بات کو دوبارہ تاکیداً عرض کر دیں کہ جہاں جہاں وعدۂ الٰہی کا ذکر ہے' یہی اسلوب اختیار کیا گیا ہے اور بالکل ایسے ہی جہاں جہاں وعید کا ذکر ہے تو وہاں بھی یہی قاعدہ روا رکھا گیا ہے۔سورۃ المائدۃ کی آیات بھی اس قاعدے سے مستثنیٰ نہیں ہیں' یعنی آیاتِ وعدۂ الٰہی میں ایک اونچے درجہ سے اوپر کی طرف اور آیاتِ وعید میں خفیف سے ثقیل کا بیان کیا گیا ہے۔سورۃ المائدۃ کی تینوں آیات کا اختتام اسی قاعدے کے مطابق ہے' یعنی پہلے کُفر کا تذکرہ ہوا' پھر اس سے بڑھ کر ظلم کا اور پھر اس سے بڑھ کر فسق کا۔اور چونکہ ہمارا یہ دعویٰ دلیل کا محتاج ہے اس لیے ہم اس مبحث کو تفصیل سے بیان کریں گے اور آخر میں ابن عباسؓ اور صاحب الدرّۃ کی رائے بیان کریں گے جو ہماری اس رائے کے مطابق نہیں ہے۔

پہلے تو ہم اس بات کی وضاحت کر دیں کہ جہاں پہلے ثقیل (یعنی سخت حکم) کا ذکر ہوا ہے اور اس کے بعد خفیف (یعنی ہلکے حکم کا) تو وہ ان آیات میں ہے جہاں کسی چیز کا حکم دیا جا رہا ہو یا کسی چیز سے روکا جا رہا ہو۔مثال کے طور پر ارشادِ باری تعالیٰ ملاحظہ ہو:

﴿وَكَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيْهَآ اَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ ۙ وَالْعَيْنَ بِالْعَيْنِ ......﴾ (المائدۃ: ۴۵)

''اور ہم نے یہودیوں کے لیے (تورات) میں لکھ دیا تھا کہ جان کا بدلہ جان ہے اور آنکھ کے بدلے آنکھ......''

یعنی پہلے سب سے اہم چیز کا ذکر کیا اور وہ ہے انسان کی جان اور اس کے بعد اعضاء کا ذکر کیا۔ یہاں یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس قسم کی آیات میں نہ ہی ارتقاء (ادنیٰ سے اعلیٰ) اور نہ ہی خفیف سے ثقیل کا بیان ملحوظ ہوتا ہے' اور جو قاعدہ

ہم نے بیان کیا ہے وہ آیاتِ وعد اور وعید سے متعلق ہے۔

سورۃ المائدۃ کی آیات سے سورۂ آل عمران کی درج ذیل آیات بہت مشابہت رکھتی ہیں۔ ان میں تین گروہوں کا ذکر کیا گیا ہے جو ایمان کے بعد کفر کے مرتکب ہوئے لیکن ان کا حکم علیحدہ علیحدہ بیان ہوا اور یہاں بھی حکم کی نوعیت خفیف سے ثقیل کی طرف ہے۔

پہلے گروہ کے بارے میں ارشاد فرمایا:

﴿كَيْفَ يَهْدِي اللّٰهُ قَوْمًا كَفَرُوْا بَعْدَ اِيْمَانِهِمْ وَشَهِدُوْٓا اَنَّ الرَّسُوْلَ حَقٌّ وَّجَآءَهُمُ الْبَيِّنٰتُ ۭ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿٨٦﴾﴾

''اللہ ایسے لوگوں کو کیسے ہدایت دے گا جو ایمان لانے اور رسول کے حق ہونے کی گواہی دینے کے بعد کفر کے مرتکب ہوئے حالانکہ کھلی کھلی نشانیاں ان کے پاس آ چکی تھیں۔ اور اللہ ظالموں کو ہدایت نہیں دیتا۔''

﴿اُولٰۗىِٕكَ جَزَاۗؤُهُمْ اَنَّ عَلَيْهِمْ لَعْنَةَ اللّٰهِ وَالْمَلٰۗىِٕكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ ﴿٨٧﴾ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۚ لَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا ھُمْ يُنْظَرُوْنَ ﴿٨٨﴾﴾

''ان کی تو یہی سزا ہے کہ ان پر اللہ کی' فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی طرف سے لعنت ہوگی' جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے' نہ ان کے عذاب کو ہلکا کیا جائے گا اور نہ ہی انہیں مہلت دی جائے گی۔''

یہ تو ان کی سزا کا بیان ہو گیا لیکن اس کے بعد ایک استثناء کا بھی ذکر کیا گیا:

﴿اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ وَاَصْلَحُوْا ۣ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿٨٩﴾﴾

''مگر جو لوگ اس کے بعد توبہ کر لیں اور اپنی اصلاح کر لیں' تو اللہ تعالیٰ بخشنے والا' مہربان ہے۔''

یعنی اس گروہ کا حال بعد میں دونوں مذکورہ گروہوں کے مقابلے میں ہلکا ہے' اور یہ بات اس آیت کے شانِ نزول سے بھی معلوم ہوتی ہے اور وہ یہ کہ انصار میں سے ایک مسلمان مرتد ہو کر مشرکوں سے جا ملا لیکن پھر اس نے ندامت کا اظہار کیا اور اللہ کے رسول ﷺ تک پیغام پہنچایا کہ کیا اس کی توبہ قبول ہو سکتی ہے؟ اور پھر ان آیات کے بموجب اس نے توبہ کی' اپنی اصلاح کی اور اپنی توبہ میں صادق ٹھہرا۔

اس کے بعد دوسرے گروہ کا ذکر کیا:

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بَعْدَ اِيْمَانِهِمْ ثُمَّ ازْدَادُوْا كُفْرًا لَّنْ تُقْبَلَ تَوْبَتُھُمْ ۚ وَاُولٰۗىِٕكَ ھُمُ الضَّاۗلُّوْنَ ﴿٩٠﴾﴾

''بے شک وہ لوگ جو ایمان لانے کے بعد کفر کے مرتکب ہوئے' پھر کفر میں بڑھتے گئے تو ان کی توبہ ہرگز قبول نہ کی جائے گی' اور یہی لوگ گمراہ ہیں۔''

ملاحظہ ہو کہ پہلے گروہ کی توبہ قبول ہونے کی بشارت دی گئی ہے' لیکن دوسرے گروہ کی توبہ نہ قبول کیے جانے کا ذکر کیا جا رہا ہے (یعنی وہ توبہ جو موت کے آثار دیکھ کر کی جائے)۔ پھر تیسرے گروہ کا ذکر کیا:

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَمَاتُوْا وَھُمْ كُفَّارٌ فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْ اَحَدِھِمْ مِّلْءُ الْاَرْضِ ذَھَبًا وَّلَوِ

افْتَدٰی بِهٖ ط اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ وَّمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ﴿۹۱﴾

’’بے شک جن لوگوں نے کفر کیا اور کفر کی حالت ہی میں مر گئے‘ تو ان میں سے اگر کوئی بطور فدیہ زمین بھر سونا بھی دے تو وہ بھی ان سے قبول نہیں کیا جائے گا۔ ایسے لوگوں کے لیے دردناک عذاب ہے اور ان کے لیے کوئی مدد کرنے والا نہ ہوگا۔‘‘

پچھلے گروہ سے ان کا حال اس لیے مختلف ہے کہ ان کے بارے میں یہ نہیں کہا گیا تھا کہ وہ اپنے کفر پر مریں گے‘ لیکن اس گروہ کے بارے میں صراحت سے کہا کہ وہ کفر پر مرے تو اب ان کے لیے امید کی کوئی کرن باقی نہ رہی۔ گویا ان کی حالت پچھلے گروہ کے مقابلے میں شدید تر ہے۔

اور اس مثال سے بھی واضح ہوگیا کہ وعد اور وعید دونوں میں خفیف سے ثقیل حکم کا بیان ہوتا ہے‘ ایسے ہی ان آیات میں بھی جہاں احسانات کا تذکرہ ہو‘ جیسے سورۃ النساء میں ارشاد فرمایا:

﴿وَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ ط﴾ (آیت ۱۱۳)

’’اور اللہ نے تم پر کتاب اور حکمت کو اتارا اور وہ کچھ سکھایا جسے تم نہ جانتے تھے۔‘‘

یہاں بھی ارتقاء (اعلیٰ کی طرف جانے) کا بیان ہے۔

اب اس تمہید کے بعد ہم اپنے مدعا کو ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ ان تینوں آیات میں کفر‘ ظلم اور فسق بھی اسی ترتیب کو ظاہر کر رہے ہیں کہ جس کا ہم نے بار بار ذکر کیا ہے‘ یعنی پہلے ایک خفیف حکم کا بیان ہے‘ پھر اس کے بعد اس سے ذرا بھاری اور پھر آخر میں بھاری ترین کا۔

یہاں یہ بات واضح رہے کہ ’’الحُکم بغیر ما اَنْزَلَ اللّٰہ‘‘ یہود کے اعمال کے ضمن میں ذکر کیا جا رہا ہے اور اس میں ان کا زانی کے رجم سے اعراض کرنا بھی شامل ہے۔ ابن عباس ؓ سے منقول ہے کہ کافر‘ ظالم اور فاسق یہ تینوں صفات اہل کتاب کی ہیں۔ ابن مسعود ؓ کہتے ہیں کہ یہ حکم عام ہے‘ یہود اور غیر یہود سب کے لیے ہے۔

اب ایک بات تو واضح رہنی چاہیے کہ ان تینوں الفاظ کا صرف ایک مفہوم نہیں ہے بلکہ ان کے معانی کا تعین قرائن سے کیا جاتا ہے۔

’’کفر‘‘ اگر قرائن سے خالی ہو تو اس سے دین کا انکار مراد لیا جاتا ہے‘ اور بعض دفعہ قرینہ کی بنا پر اس سے مراد نعمت کا انکار بھی ہوتا ہے‘ جیسے فرعون کا حضرت موسیٰ علیہ السلام کو خطاب کر کے کہنا:

﴿وَفَعَلْتَ فَعْلَتَكَ الَّتِيْ فَعَلْتَ وَاَنْتَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۱۹﴾﴾ (الشعراء)

’’پھر تو نے وہ کام کیا جو تو کر گیا اور اس وقت تو ناشکروں میں سے تھا۔‘‘

بہر صورت کفر کا مطلب بالکل واضح ہے اور ناشکری کا اس پر اطلاق کبھی کبھار ہوتا ہے‘ اور جہاں تک ’’ظلم‘‘ کا تعلق ہے تو یہ کئی معانی میں استعمال ہوتا ہے۔ اگر قرینہ نہ ہو تو کسی ایک معنی میں اسے نص قرار نہیں دیا جا سکتا۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ﴾ (لقمٰن)

''بے شک شرک ظلم عظیم ہے۔''

یونس علیہ السلام کے بارے میں ان کا یہ قول ارشاد ہوا:

﴿سُبْحٰنَكَ اِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ﴾ (الانبیاء)

''اے اللہ! تو پاک ہے' میں ہی ظالموں میں سے تھا۔''

چونکہ انبیاء معصوم ہیں تو شرک تو کیا' گناہ کبیرہ کا بھی ارتکاب ان سے نہیں ہوتا ہے۔ اہل السنّت کا اس بات میں اختلاف نہیں کہ وحی سے پہلے بھی اور بعد بھی وہ کفر سے پاک ہیں' جمہور کا اس بات پر اتفاق ہے کہ گناہ کبیرہ سے پاک ہیں بلکہ ان صغائر سے بھی جنہیں عام طور پر گھٹیا سمجھا جاتا ہے' اور صوفیہ کے ایک بڑے طبقے کے نزدیک وہ سرے سے تمام صغیرہ گناہوں سے بھی پاک ہیں —— جیسا کہ آپ نے دیکھا کہ ان میں سے ہر قسم پر ظلم کا اطلاق ہوسکتا ہے۔ اور اس پر سب سے بڑی شہادت اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

﴿اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ ۚ﴾ (النساء: ٤٠)

''بے شک اللہ تعالیٰ ذرہ برابر ظلم روا نہیں رکھتے ہیں۔''

اب اگر ظلم کے یہ مختلف مدارج ہوسکتے ہیں تو جس ظلم کے ساتھ کفر بھی شامل ہوجائے تو کیا وہ خالی کفر سے بڑھ کر نہ ہوگا؟

دیکھئے! اللہ تعالیٰ سورۃ العنکبوت میں ارشاد فرماتے ہیں:

﴿وَمَا يَجْحَدُ بِاٰيٰتِنَآ اِلَّا الظّٰلِمُوْنَ﴾

''اور ہماری آیات کا انکار نہیں کرتے مگر وہ لوگ جو ظالم ہیں۔''

اہلِ تفسیر اس آیت کی تفسیر میں کہتے ہیں کہ اس سے مراد وہ کفار ہیں جو ظلم میں بڑھے ہوئے ہیں۔ یعنی کفر بھی ہے اور اس پر زیادتی بھی ہے۔ اور اس سے قبل ہم وہ آیت پیش کرچکے ہیں جس میں شرک کو ''ظلم عظیم'' کہا گیا۔

(اضافہ از مترجم: موجودہ دور سے تقابل کرتے ہوئے ہم کہتے ہیں کہ دنیا کے کتنے ممالک ہیں جہاں مسلمان کفار کے زیر نگین ہیں لیکن پرامن زندگی بسر کررہے ہیں' لیکن برما کے کفار نے ظلم کی حد کردی ہے کہ جو کسی پر مخفی نہیں ہے۔)

رہا تیسرا لفظ ''فسق'' تو قرآن میں اس کا اطلاق گناہ صغیرہ پر نہیں ہوا ہے' البتہ گناہ کبیرہ کی شناعت کو ظاہر کرنے کے لیے اس پر فسق کا اطلاق کیا گیا ہے۔ سورۃ النور کی اس آیت میں پاک دامن عورتوں پر تہمت باندھنے والوں کے بارے میں ارشاد فرمایا:

﴿وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ ثُمَّ لَمْ يَاْتُوْا بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ فَاجْلِدُوْهُمْ ثَمٰنِيْنَ جَلْدَةً وَّلَا تَقْبَلُوْا لَهُمْ شَهَادَةً اَبَدًا ۚ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ﴾

''اور جو لوگ پاک دامن عورتوں پر تہمت لگائیں پھر وہ چار گواہ نہ لے کر آئیں تو ان کو اسّی کوڑے مارو اور ان کی گواہی کو کبھی قبول نہ کرو' اور یہی لوگ فاسق ہیں۔''

اللہ کے نبی ﷺ نے اس گناہ کو ان سات بڑے گناہوں میں شمار کیا ہے جو انسان کو ہلاک کر دیتے ہیں۔

لیکن زیادہ تر فسق کا اطلاق کفر پر کیا گیا ہے' جیسے ایمان کے مقابلہ میں فسق کا لفظ لایا گیا:

﴿اَفَمَنْ كَانَ مُؤْمِنًا كَمَنْ كَانَ فَاسِقًا ؕ﴾ (السجدة:١٨)

''کیا جو شخص مؤمن ہو وہ فاسق کی مانند ہو سکتا ہے؟''

اس لیے کہ یہاں دو اطراف کا بیان ہو رہا ہے' کیونکہ ایمان کے مقابل کفر وارد ہوا ہے:

﴿فَمِنْكُمْ كَافِرٌ وَّمِنْكُمْ مُّؤْمِنٌ ؕ﴾ (التغابن:٢)

''اور تم میں سے کچھ کافر اور کچھ مؤمن ہیں۔''

قرآن میں اکثر یہ لفظ یہود اور منافقین کی نسبت سے آیا ہے' فرمایا:

﴿وَلَقَدْ اَنْزَلْنَاۤ اِلَيْكَ اٰيٰتٍۭ بَيِّنٰتٍ ۚ وَمَا يَكْفُرُ بِهَاۤ اِلَّا الْفٰسِقُوْنَ ۝﴾ (البقرة)

''اور ہم نے آپ پر کھلی کھلی آیات نازل کی ہیں' اور ان کا سوائے فاسقوں کے اور کوئی انکار نہیں کرتا۔''

یہ آیت ابن صوریا لعنه اللّٰه کے بارے میں نازل ہوئی تھی۔ اور ارشاد فرمایا:

﴿مِنْهُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ وَاَكْثَرُهُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝﴾ (آل عمران)

''انہی میں سے کچھ مؤمن ہیں لیکن اکثر فاسق ہیں۔''

اور ارشاد ہوا:

﴿فَلَا تَاْسَ عَلَى الْقَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ ۝﴾ (المائدة)

''اور فاسق قوم پر افسوس نہ کر۔''

اور اسی سورت میں ارشاد فرمایا:

﴿وَلٰكِنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ ۝﴾ (المائدة)

''لیکن ان میں سے اکثر فاسق ہیں۔''

قومِ لوطؑ کے بارے میں بھی یہ لفظ وارد ہوا۔ فرمایا:

﴿اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمَ سَوْءٍ فٰسِقِيْنَ ۝﴾ (الانبياء)

''یہ تھے ہی بدکار لوگ اور فاسق۔''

سورۃ العنکبوت میں ارشاد فرمایا:

﴿اِنَّا مُنْزِلُوْنَ عَلٰۤى اَهْلِ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ رِجْزًا مِّنَ السَّمَآءِ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ۝﴾

''ہم اس بستی کے رہنے والوں پر آسمان سے عذاب نازل کرنے والے ہیں کیونکہ یہ لوگ بدکاری کرتے تھے۔''

فسق کا اطلاق ان لوگوں پر بھی کیا گیا جن کا خاتمہ کفر پر ہونا حتمی قرار دیا جا چکا تھا۔ سورۃ یونس میں ارشاد فرمایا:

﴿كَذٰلِكَ حَقَّتْ كَلِمٰتُ رَبِّكَ عَلَى الَّذِيْنَ فَسَقُوْۤا اَنَّهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝﴾

''اس طرح آپ کے رب کی یہ بات کہ یہ ایمان نہ لائیں گے تمام فاسق لوگوں کے حق میں ثابت ہو چکی ہے۔''

ابلیس کا سجدہ سے انکار کرنا بھی فسق شمار کیا گیا۔ فرمایا:

﴿وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِکَۃِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِیْسَ ؕ کَانَ مِنَ الْجِنِّ فَفَسَقَ عَنْ اَمْرِ رَبِّہٖ ؕ﴾ (الکھف: ۵۰)

''اور جب ہم نے فرشتوں سے کہا کہ آدم کو سجدہ کرو تو سوائے ابلیس کے سب نے سجدہ کیا۔ وہ جنوں میں سے تھا' پس اس نے اپنے رب کے حکم کی نافرمانی کی۔''

ملاحظہ ہو کہ کتاب اللہ میں یہ لفظ خاص طور پر سرکش کفار کے لیے استعمال ہوا ہے اور اسی لیے زیادہ تر یہود اور منافقین کو اس لفظ سے یاد کیا گیا' اور ان سے بڑھ کر رذیل اور کون ہو سکتا ہے۔ اور یہ بھی نظر میں رہے کہ کتاب اللہ میں ظلم کا وہ وصف نہیں بیان ہوا جو فسق کا بیان ہوا' اور اسی طرح منافقین اور یہود کو' گو وہ اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے تھے' ظالم کے وصف سے بہت کم یاد کیا گیا ہے۔ ایک اور بات بھی پیش نظر رہے کہ اگرچہ ظلم اور فسق دونوں کا اطلاق سرکش کفار کے لیے ہوا ہے لیکن پھر بھی فسق کے ساتھ کتاب اللہ میں ایسے کافروں کو یاد کیا گیا ہے جو بدترین تھے۔ دیکھئے نوح علیہ السلام جب اپنی قوم سے بالکل مایوس ہو جاتے ہیں اور پھر ان کے منہ سے یہ بددعا نکلتی ہے:

﴿وَقَالَ نُوْحٌ رَّبِّ لَا تَذَرْ عَلَی الْاَرْضِ مِنَ الْکٰفِرِیْنَ دَیَّارًا ﴿۲۶﴾ اِنَّکَ اِنْ تَذَرْھُمْ یُضِلُّوْا عِبَادَکَ وَلَا یَلِدُوْٓا اِلَّا فَاجِرًا کَفَّارًا ﴿۲۷﴾﴾ (نوح)

''اور نوحؑ نے کہا: اے رب! روئے زمین پر کافروں کا ایک گھر تک نہ چھوڑ! اگر تو انہیں چھوڑ دے گا تو وہ تیرے بندوں کو بہکاتے رہیں گے اور صرف ڈھیٹ فاجر کافروں کو پیدا کرتے رہیں گے۔''

اور سورۃ الذاریات میں اسی قوم کے بارے میں ارشاد فرمایا:

﴿اِنَّھُمْ کَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِیْنَ ﴿۴۶﴾﴾

''بے شک وہ فاسق قوم تھے۔''

قومِ لوط بھی فحاشی میں اور ایسے عمل میں بہت آگے بڑھ گئی تھی جو ان سے پہلے کسی قوم نے نہیں کیا تھا اور اسی طرح یہود اور منافقین کی بدعملی اور بدکرداری' نہ صرف انہیں اللہ تعالیٰ کے غضب کا شکار ہونے اور لعنت کا مستحق ہونے کی موجب ہوئی' بلکہ فسق بھی ان کی پہچان قرار دیا گیا۔

حسن بصریؒ کہتے ہیں کہ جہاں کہیں فسق کا لفظ کسی ایک قسم کے گناہ کے لیے استعمال کیا گیا ہے وہاں اس کا اطلاق اس نوع کی سب سے گھناؤنی صورت پر ہوتا ہے' چاہے وہ کفر ہو یا کوئی اور گناہ۔

اب جو سورۃ المائدۃ میں انہیں کافرون اور ظالمون کہا گیا' لیکن اختتام فاسقون پر کیا گیا تو ان کے جرائم کی تفصیل کے لیے سورۃ البقرۃ کی آیات ۸۷ تا ۹۹ کا مطالعہ مفید رہے گا۔ ابتدا اس آیت سے ہوتی ہے:

﴿وَلَقَدْ اٰتَیْنَا مُوْسَی الْکِتٰبَ وَقَفَّیْنَا مِنْۢ بَعْدِہٖ بِالرُّسُلِ ۡ وَاٰتَیْنَا عِیْسَی ابْنَ مَرْیَمَ

الْبَيِّنٰتِ﴾ (آیت ۸۷)
''اور ہم نے موسیٰ کو کتاب دی اور اس کے بعد پے در پے رسول بھیجے' اور ہم نے عیسیٰ ابن مریم کو کھلی نشانیاں دیں۔''

اور آخر میں ارشاد فرمایا:

﴿وَمَا يَكْفُرُ بِهَا اِلَّا الْفٰسِقُوْنَ﴾

''اور ان کا انکار کوئی نہیں کرتا سوائے فاسقوں کے۔''

ان آیات میں ان کی دس سے زیادہ مذموم خصلتیں بیان ہوئی ہیں' جیسے اپنی خواہشات کی پیروی کرنا' تکبّر کرنا' رسولوں کو جھٹلانا' انہیں قتل کرنا' یہ کہنا کہ ان کے دلوں پر غلاف چڑھا ہوا ہے اور اسی طرح باقی وہ تمام باتیں جو ان آیات میں بیان ہوئی ہیں۔

ان آیات میں رسولوں کے بھیجے جانے کا اور پھر ان کے بعد عیسیٰ علیہ السلام کے آنے کا بھی ذکر کیا گیا۔ سورۃ المائدۃ کی آیات میں بھی یہی مضمون یوں بیان ہوا:

﴿وَقَفَّيْنَا عَلٰٓي اٰثَارِهِمْ بِعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ﴾ (آیت ۴۶)

''اور ہم نے ان کے پیچھے پیچھے عیسیٰ ابن مریم کو بھیجا۔''

کن کے پیچھے؟ ضمیر لوٹتی ہے ان انبیاء کی طرف جن کا ذکر ایک پچھلی آیت میں کیا گیا:

﴿يَحْكُمُ بِهَا النَّبِيُّوْنَ الَّذِيْنَ اَسْلَمُوْا﴾ (آیت ۴۴)

''اس (تورات) کے مطابق فیصلہ دیتے ہیں وہ نبی جو اسلام لائے۔''

خلاصۂ کلام یہ ہوا کہ جو باتیں اختصار کے ساتھ سورۃ المائدۃ میں بیان ہوئیں' وہی سورۃ البقرۃ میں تفصیل کے ساتھ بیان ہوئیں اور پھر سورۃ البقرۃ کی آیات کے اختتام پر ارشاد ہوا:

﴿وَمَا يَكْفُرُ بِهَا اِلَّا الْفٰسِقُوْنَ﴾

اور سورۃ المائدۃ کی آیات کے اختتام پر بھی ایسے ہی ارشاد ہوا:

﴿وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ﴾

اب ان دونوں جگہوں کے مطالعہ سے معلوم ہوا کہ یہاں پر جتنی بھی صفاتِ رذیلہ بیان ہوئی ہیں وہ کفر اور ظلم سے بڑھ کر ہیں' کیونکہ یہ ایسا کفر ہے کہ جو تمام قبیح صفات کا جامع ہے' اور یہی وجہ ہے کہ ابلیس کی نافرمانی کے لیے بھی یہی لفظ (فسق) استعمال کیا گیا جیسے پہلے بیان ہو چکا ہے۔ کیونکہ قرائن یہی بتاتے ہیں کہ اس کا گناہ نرے کفر اور ظلم سے بڑھ کر تھا۔

یہاں ہم ابن عباس رضی اللہ عنہما کی رائے تفصیل کے ساتھ ذکر کر دیتے ہیں جس سے ہمارے موقف کی تائید ہوتی ہے۔ زمخشری لکھتے ہیں:

''قولِ ابنِ عباسؓ کے مطابق یہاں یہ بات واضح ہے کہ یہ تینوں اوصاف یہود کے ہیں اور ان میں ترتیب

پائی جاتی ہے۔ ان تینوں الفاظ کے ذکر کیے جانے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کا کفر نرا کفر نہ تھا بلکہ اللہ کی آیات کو حقیر جان کر انہوں نے ظلم کا ارتکاب کیا اور اللہ کی نازل کردہ وحی کی مخالفت کر کے اپنی سرکشی کو ظاہر کیا۔'' (حوالہ الکشاف ۱:۴۶۳)

تو گویا وہ آیات کو حقیر جاننے کو ظلم سے اور سرکشی کو فسق سے تعبیر کر رہے ہیں' اور ایسے ہی صاحب کشاف نے سورۃ البقرۃ کی آیت ﴿وَمَا يَكْفُرُ بِهَا إِلَّا الْفٰسِقُوْنَ﴾ کی تفسیر میں لکھا ہے کہ یہاں سرکش کافر مراد ہیں۔ گویا وہ آیات کی تحقیر کو ظلم کا مادہ قرار دے رہے ہیں اور یوں ان کا کفر اس ظلم کے بعد اپنی شدت میں بڑھ جاتا ہے اور پھر ان کی سرکشی مستزاد کہ جس کی بنا پر اب وہ فاسق کہلائے جانے کے مستحق ٹھہرے۔ سرکشی کے لیے عربی میں لفظ ''تَمَرَّدَ'' بولا جاتا ہے جو ''مَرَدَ'' سے تفعُّل کا صیغہ ہے اور باب تفعل میں کسی چیز کا عادت بن جانا اور بار بار کیا جانا شامل ہے۔ اب کیا یہ وہی بات نہیں ہے جو ہم نے بار بار لکھی ہے کہ ان آیات کی ترتیب میں خفیف سے ثقیل کی طرف جانے کا رجحان پایا جاتا ہے۔

یہاں تک ہمارا مدعا تو واضح ہو گیا کہ سورۃ المائدۃ کی آیات میں خفیف سے ثقیل کی طرف جانے کا رجحان پایا جاتا ہے۔ اب ہم ایک اور نکتے کی طرف اشارہ کرتے ہیں:

مفسرین کا اس بات پر اجماع ہے کہ ان آیات میں خاص طور پر یہود کی طرف اشارہ ہے' اس لیے کہ انہوں نے تورات میں رجم کے ثبوت کے باوجود اس کا انکار کیا۔ جن جن باتوں کا عہد کیا تھا ان سب کی نافرمانی کی اور اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ تورات میں ہی ان سے یہ عہد و پیمان لیے گئے تھے۔ سورۃ البقرۃ کی آیت ۸۴ سے آغاز کلام ہوتا ہے:

﴿وَإِذْ أَخَذْنَا مِيْثَاقَكُمْ لَا تَسْفِكُوْنَ دِمَآءَكُمْ﴾

''اور جب ہم نے تم سے عہد لیا کہ تم اپنا خون نہ بہاؤ گے۔''

اور پھر یہ سلسلہ کلام آیت ۸۵ تک چلا جاتا ہے:

﴿أَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتٰبِ وَتَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ﴾

''کیا تم کتاب کے کچھ حصے پر ایمان لاتے ہو اور کچھ کا انکار کرتے ہو۔''

یعنی انہوں نے جو کچھ بھی کیا وہ اللہ کی نازل کردہ وحی کے خلاف کیا اور اسی لیے وہ کافر' ظالم اور فاسق ٹھہرے اور ان کے انہی کرتوتوں کی بنا پر آیاتِ المائدۃ کا نزول ہوا۔ لیکن واضح رہے کہ اگر کوئی حکم کسی خاص سبب کی بنا پر نازل ہو تو پھر بھی اس کی عمومیت باقی رہتی ہے اور علم اصول کے ماہرین کا اس پر اتفاق ہے۔ اس کی ایک مثال حضرت میمونہ ؓ کی بکری کے واقعہ کی ہے۔ (یعنی بکری ذبح کر دی گئی تھی اور اس کی کھال کو پھینک دیا گیا تھا تو اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا کہ تم نے اس کی کھال سے دباغت کے بعد کیوں نہ فائدہ اٹھایا؟ گویا یہ حکم صرف حضرت میمونہ ؓ کی بکری کے ساتھ خاص نہ تھا بلکہ اسی طرح ہر بکری کی کھال سے فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے۔ از: ص ح)

اور یہ حکم عمومی اس وقت ہوتا ہے جب اس حکم کے خاص ہونے کے قرائن نہ ہوں۔ اور جہاں تک سورۃ المائدۃ کے موضوع کا تعلق ہے تو کتاب وسنت میں کئی جگہوں پر ایسے دلائل پائے جاتے ہیں جو اس کے عام ہونے کی تائید کرتے ہیں۔ اور اس بنا پر ہمیں یہ کہنے میں باک نہیں ہے کہ گو یہ آیات یہود کے کچھ افعال کی بنا پر نازل ہوئیں لیکن یہ حکم ہر اس شخص پر عائد ہوتا ہے جو اللہ کی نازل کردہ وحی کے خلاف فیصلہ دے' اِلا یہ کہ وہ جاہل ہو اور عمداً وہ مخالفت نہ کر رہا ہو' یا اس نے عمداً گناہ کیا ہو لیکن صحیح اعتقاد رکھتا ہو اور زبان سے اس کا اقرار بھی کرتا ہو' کیونکہ شریعت میں ان دونوں اقسام کا استثناء ثابت ہے۔

خوارج نے ان آیات اور ان سے ملتی جلتی آیات کے عموم کو دلیل بنا کر ہر اُس شخص کو کافر قرار دیا ہے جو گناہ کبیرہ کا مرتکب ہوا ہو' لیکن ان کے دعویٰ پر کوئی نص نہیں ہے اور کئی دوسرے دلائل سے ان کے دعویٰ کو رد کیا جا سکتا ہے۔ البتہ یہ خیال رہے کہ یہاں پر جو عمومی حکم پایا جاتا ہے تو ماننا پڑے گا کہ پھر یہاں حرف ''مَنْ'' بطورِ شرط آیا ہے' اور جمہور کے نزدیک حرف ''مَنْ'' حروفِ شرطیہ میں سے ہے۔

ہم اپنا نقطہ نظر تفصیلی طور پر پیش کر چکے ہیں اور اب آخر میں ابوالفضل بن الخطیب اور صاحب ''دُرّۃ التنزیل وغُرّۃ التأویل'' (ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ الخطیب الاسکافی' ف ۴۲۰ھ) کا موقف پیش کرتے ہیں کہ جنہوں نے ان آیات کی ایک مختلف تاویل کی ہے۔

صاحب ''درّۃ التنزیل'' نے ان آیات کے مقصد کو پیش نظر رکھتے ہوئے کلام کیا ہے' وہ کہتے ہیں کہ پہلی دو آیات میں تو ربط پایا جاتا ہے۔ پہلی آیت میں صرف کفر کا تذکرہ ہے لیکن دوسری آیت میں کفر کے ساتھ ظلم بھی پایا جاتا ہے اور اس لحاظ سے وہ خالی کفر سے ایک قدم آگے ہے' اور اس لحاظ سے وہ وہی بات کہہ رہے ہیں جو ہم کہتے آئے ہیں۔ لیکن وہ تیسری آیت کو پہلی دونوں آیات سے بالکل الگ مانتے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ پہلی دونوں آیات میں ذکر کردہ کفر اور ظلم صرف یہود کے ساتھ خاص ہے' کیونکہ ان آیات سے پہلے انہی کا تذکرہ چلا آیا ہے۔

دیکھئے' پہلی آیات سے قبل تورات کے اتارے جانے کا اور اس کے مطابق فیصلے کیے جانے کا تذکرہ ہے اور پھر کہا: ﴿وَمَنْ لَّمْ یَحْکُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰہُ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْکٰفِرُوْنَ﴾۔ ان آیات سے قبل ان کے ان جرائم کا ذکر ہے جو وہ خود اپنی جانوں پر روا رکھتے تھے۔ دوسروں کے بارے میں ان کے ظلم کا تذکرہ نہیں ہے' اس لیے صرف ﴿اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْکٰفِرُوْنَ﴾ پر اکتفا کیا گیا۔ اگلی آیت میں ان کے اس ظلم کا تذکرہ ہے' جو وہ دوسروں کے حق میں کیا کرتے تھے یعنی قانونِ قصاص کا' تو وہاں ﴿اُولٰٓئِکَ ھُمُ الظّٰلِمُوْنَ﴾ کہنا مناسب تھا' کہ یہاں ایک مزید ظلم کا اضافہ ہو گیا تھا' یعنی دوسروں کے ساتھ بھی ظلم کا ارتکاب کرنا۔ گویا اب صرف کفر نہ رہا بلکہ کفر کے ساتھ مزید اضافہ ہو گیا۔

تیسری آیت انجیل کے نازل کیے جانے کے بارے میں ہے' گویا یہاں سے ایک نئی بات شروع ہو رہی

ہے جس کا پہلی دو آیات سے کوئی تعلق نہیں ہے' اور یہ بات ہر ایک کے علم میں ہے کہ اللہ کی نازل کردہ وحی کے مطابق فیصلہ نہ کرنا جیسے ایک کافر سے ہوتا ہے ویسے ایک غیر کافر سے بھی ہو سکتا ہے' اور چونکہ اس کی حیثیت بعض اوقات بالکل کافر جیسی نہیں ہوتی اس لیے وہ فاسق کہلائے گا نہ کہ کافر۔ اور یہی وجہ ہے کہ یہاں آخر میں کہا گیا ﴿اُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝﴾۔

اس رائے کے مطابق کفر اور ظلم یہود کے ساتھ خاص ہے۔ پہلی دونوں آیات میں وہی مقصودِ کلام ہیں البتہ ''فسق'' میں وہ دوسروں کے ساتھ شریک ہیں۔ اس اعتبار سے پہلی دونوں آیات میں ''مَنْ'' موصولہ ہے (الَّذِیْ کے معنوں میں)' لیکن تیسری آیت میں ''مَنْ'' شرطیہ ہے اور اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ پہلی دو آیات میں ایک مخصوص گروہ کے طرزِ عمل کا بیان ہے اور تیسری آیت میں شرط کا مفہوم ہے' اس لیے اس میں عموم پایا جاتا ہے۔ اور پھر ملاحظہ ہو کہ اس رائے کے حامل کے نزدیک ان آیات میں ارتقاء یا ایک حالت سے دوسری حالت تک منتقل ہونے کی طرف کوئی اشارہ نہیں ہے۔

کہنے والا یہ کہہ سکتا ہے کہ صاحبِ دُرّۃ التنزیل نے جس مقصد کے پیش نظر یہ کتاب لکھی ہے' اس اعتبار سے اس کا ذکر کردہ جواب بالکل درست ہے۔ مقصدِ کتاب یہ تھا کہ متشابہ آیات میں فرق کو واضح کیا جائے' مثلاً یہاں یہ بتایا جائے کہ اللہ کی نازل کردہ وحی کے مطابق فیصلہ نہ کرنے پر اگر کفر کا حکم لگایا گیا ہے تو کیا وہ اس حکم سے مختلف ہے جہاں ایسے شخص کو ظالم یا فاسق کہا گیا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ یہاں تک تو یہ بات درست ہے' لیکن ملاحظہ ہو کہ صاحب کتاب نے پہلی دو آیات میں وہی اسلوب اختیار کیا ہے جسے ہم ارتقا یا ترقی کے نام سے بار بار ذکر کر چکے ہیں۔ اگر وہ تیسری آیت میں بھی اس کا اعتبار کرتے تو موقع محل کے لحاظ سے زیادہ مناسب ہوتا۔ اب جب انہوں نے اس قاعدے کا لحاظ نہ کیا تو پھر وہ تفصیل کرنے پر مجبور ہوئے کہ پہلی دو آیات میں تو ''مَنْ'' موصولہ ہے' کیونکہ دونوں جگہ یہود کا ذکر ہے اور تیسری آیت میں ''مَنْ'' شرطیہ ہے تاکہ اس سے عموم ثابت ہو جائے۔ لیکن ہماری رائے کے مطابق تیسری آیت بھی پہلی دو آیات کے ساتھ متصل ہے' اور تینوں اوصاف یعنی کفر اور ظلم اور فسق میں خفیف سے ثقیل کی طرف جانے کا واضح اشارہ دیا جا رہا ہے۔ اور جو کچھ صاحب کتاب (دُرّۃ التنزیل) نے بطور تفصیل کہا ہے وہ درست نہیں ہے۔

ہم اپنی اس رائے پر قائم ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ یہی وہ مناسب ترتیب ہے جو ان آیات میں وارد ہوئی ہے' اور اگر اس کے مخالف ہوتا تو وہ قطعاً غیر مناسب ہوتا۔ واللہ اعلم!

❁❁❁

قرآن حکیم کی مقدس آیات اور احادیث نبویؐ آپ کی دینی معلومات میں اضافے اور دعوت و تبلیغ کے لیے شائع کی جاتی ہیں۔ ان کا احترام آپ پر فرض ہے۔ لہٰذا جن صفحات پر یہ آیات درج ہیں ان کو صحیح اسلامی طریقے کے مطابق بے حرمتی سے محفوظ رکھیں۔